توبہ واستغفار

تحریر:- شیخ علی طنطاوی

اللہ تعالیٰ نے انسان کے خمیر میں دنیاکی محبت ڈال دی ہے۔اسی لئے انسان ہر وقت آرزؤں کو تانباتا رہتا ہے 'مال ودولت اور عورتوں سے اختلاط اسے بہت مرغوب ہے' غصے اورانتقام کاجذبہ اس کی گھٹی میں ہے۔ پھر اس پر شیطان مسلط ہے جو ہروقت اسے بدکاری اور فحاشی کے سبز باغ دکھاتا رہتا ہے اور گناہ کے کام اس کے سامنے حسین بناکر پیش کرتا ہے۔

مزید برآں اس کے اندر بھی ایک نفس امارہ موجود ہے جسے صرف برے اور حرام کاموں کی ہی رغبت اور خواہش رہتی ہے اور ان کاموں میں شیطان اس کی مدد کرتا ہے۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ کر گزرتا ہے۔

ان حالات میں اگر کسی سے گناہ سرزد ہوجائے تونافرمانی کی سزااور گناہوں کے نتائج سے بچنے کے لئے اسے کیا کرنا چاہئے ؟

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے گناہ گار کیلئے توبہ کادروازہ کھول رکھاہے۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتاہے کہ اگر تم چاہو تو تمہارے سارے گناہ معاف ہو سکتے ہیں اور پھر تم ایسے ہو جاؤ گے گویاکہ تم نے گناہ کیا ہی نہ تھا بلکہ اس کا بھی امکان ہے کہ گناہوں کے بدلے تمہارے صحیفہ اعمال میں نیکیاں درج کر دی جائیں۔اسی طرح جیسے کوئی تاجر اپنے کھاتے میں آپ کے نام سو دینار ڈال رکھے ہوں۔ لیکن پھر وہ نہ صرف یہ کہ ساری رقم آپ کے نام سے کاٹ دے اور کھاتہ صاف کر دے بلکہ مزید سو دینار آپ کی طرف سے اپنے کھاتے میں جمع کر لے۔

برائی سے محفوظ رہنے کی صورت یہی ہے کہ اس سے دور رہا جائے۔اس کے تمام راستے بند کر دیئے جائیں اور ایسے لوگوں سے کنارہ کش رہا جائے جو غلط کاموں سے رغبت رکھتے ہیں یا ان کی ترغیب دیتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"الامن تاب وامن وعمل عملاً صالحا فاولئک یبدل الله سیئتهم حسنات وكان الله غفورا رحيما۔"(الفرقان ۷۰)

"الا یہ کہ کوئی (ان گناہوں کے بعد) توبہ کر چکا ہو اور ایمان لا کر عمل صالح کرنے لگا ہو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ بھلائیوں سے بدل دے گا اور وہ بڑا غفور الرحیم ہے۔"

توبہ کادروازہ اس وقت تک کھلا ہے جب تک آدمی تندرست اور صحیح وسالم ہے۔ اس حالت میں اگر سچی توبہ کر لیتا ہے تو اس کی توبہ قبول کرلی جاتی ہے۔

یہ دروازہ صرف نزع کے وقت بند ہوتا ہے جب جان نکلنے کے قریب ہوتی ہے اور انسان ناگزیر حقیقت کا سامنا کر رہا ہوتا ہے اور اپنی آنکھوں سے ان حقیقتوں کو دیکھ رہا ہوتا ہے جن کی خبر آنحضرت ﷺ نے دی ہے۔ایسے وقت میں توبہ لاحاصل ہے۔اس لئے کہ توبہ دراصل نام ہے۔

اپنے ارادے اور اختیار سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ کر اطاعت کی طرف لوٹنے کا اور اس وقت یعنی حالت نزع تو اسے جبراً اور

بزور لوٹا یا گیا ہے۔ اس لئے یہ توبہ اور اقرار سے فائدہ نہیں پہنچا سکتا' کیونکہ اب تو اس کا اختیار ہی سلب ہو چکا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"انما التوبة علی الله للذین یعملون السوء بجهالة ثم یتوبون من قریب فاولئک یتوب الله علیهم وکان الله علیما حکیما ولیست التوبة للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدهم الموت قال انی تبت الان ولا الذین یموتون وهم کفار اولئک اعتدنا لهم عذابا الیما۔" (النساء ۱۸)

ہاں یہ جان لو کہ اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق انہی لوگوں کیلئے ہے جو نادانی کی وجہ سے کوئی برا فعل کر گزرتے ہیں اور اس کے بعد جلدی ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ اپنی نظر عنایت سے پھر متوجہ ہو جاتا ہے اور اللہ ساری باتوں کی خبر رکھنے والا اور حکیم و دانا ہے۔ مگر توبہ ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو برے کام کیے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے اس وقت وہ کہتا ہے کہ اب میں نے توبہ کی اور اسی طرح توبہ ان کے لئے بھی نہیں ہے' جو مرتے دم تک کافر رہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے تو ہم نے دردناک سزا تیار کر رکھی ہے۔" توبہ کی پہلی شرط یہ ہے کہ توبہ کرنے والا ہر برے کام سے کنارہ کش ہو جائے۔

خود غور کیجئے! آپ راستے میں چلے جا رہے ہیں' ایک شخص کھڑکی کھول کر آپ پر گندا پانی پھینک دیتا ہے۔ آپ اسے برا بھلا کہتے ہیں وہ آپ سے معذرت بھی کرتا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ گندا پانی بھی آپ پر ادھر ڈالے جاتا ہے۔ کیا آپ اس کی معذرت قبول کر لیں گے؟

توبہ کی روح بھی ہے اور جسم بھی

توبہ کی روح تو یہ ہے کہ گناہ کے برا ہونے کا شعور پیدا ہو جائے اور جسم سے مراد گناہوں سے باز رہنا ہے۔

اس بات کو اس مثال سے سمجھئے کہ ایک شخص سڑک پر چلا جا رہا ہے۔ اسے ایک کتبہ نظر آتا ہے جسے پڑھ کر وہ جان لیتا ہے کہ یہ راستہ وہ نہیں ہے جس پر اسے جانا ہے' یعنی اسے احساس ہو جاتا ہے کہ وہ غلط راہ پر چل رہا ہے۔ دراصل یہ محسوس کر لینا ہی بنیادی بات ہے' اس لئے کہ اگر غلطی کا احساس ہی نہ ہو تو درست راہ مل ہی نہیں سکتی۔

> **انسان جو برائیاں اور گناہ کر چکا ہے اسکے بدلے نیکیاں کرے اور جو خرابیاں سرزد ہو چکی ہوں انکی اصلاح کرے اپنا کردار بدل کر درست راہ اختیار کرے اپنی توبہ کو پورا پورا حقیقی رنگ دے۔**

لیکن اگر جان لینے کے باوجود وہ اس نتیجے پر عمل نہ کرے جو اس علم سے نکلتا ہے اور غلط راہ پر ہی چلتا رہے تو اسے یہ جان لینا کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

یہ طریق کار نہ صرف بہت بڑا گناہ ہوگا بلکہ نتائج کے لحاظ سے انتہائی خطرناک بھی ہوگا اس لئے کہ جو شخص جانتا ہی نہیں کہ وہ غلط راہ پر چل رہا ہے' اسے تو پھر بھی کسی حد تک معذور قرار دیا جا سکتا ہے لیکن جو جانتا ہے اور جاننے کے باوجود قصداً غلط راہ پر چلا جا رہا ہے اس کے پاس کوئی عذر نہیں ہے۔

توبہ کی دوسری شرط یہ ہے کہ جو برائیاں اور گناہ کر چکا ہے ان کے بدلے نیکیاں کرے اور جو خرابیاں سرزد ہو چکی ہیں ان کی اصلاح کرے یعنی اپنا کردار بدل کر اور درست راہ اختیار کر کے اپنی توبہ کو پورا پورا حقیقی رنگ دے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) "کتب ربکم علی نفسه الرحمة انه من عمل منکم سوء بجهلاة ثم تاب من بعده واصلح فانه غفور رحیم۔" (الانعام ۵۴)

تمہارے رب نے رحم و کرم کا شیوہ اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ یہ اس کا رحم و کرم ہی تو ہے کہ تم میں سے اگر کوئی نادانی کے ساتھ کسی برائی کا ارتکاب کر بیٹھا ہو' پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کر لے تو وہ اسے معاف کر

دیتا ہے اور نرمی سے کام لیتا ہے۔

(۲) الا الذین تابوا من بعد ذلک و اصلحوا فان الله غفور رحیم۔ (آل عمران:۸۹)

"البتہ وہ لوگ اس سے بچ جائیں گے جو توبہ کر کے اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کر لیں۔ اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔"

(۳) الا الذین تابوا و اصلحوا و بینوا فاولئک اتوب علیھم۔ (البقرہ: ۱۶۰)

"البتہ جو اس روش سے باز آجائیں اور اپنے طرزِ عمل کی اصلاح کر لیں اور جو کچھ چھپاتے تھے اسے بیان کرنے لگیں ان کو میں معاف کر دوں گا۔"

اور اصلاح یہ ہے کہ آپ فی الواقع گناہ ترک کر دیں اور آپ کا دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عزم، عزم صادق ہو۔

اب اگر آپ نے پختہ ارادہ اور عزم صادق کر لیا، پھر کسی وقت نفس غالب آگیا یا حالات نے مجبور کر دیا اور آپ کوئی گناہ کر بیٹھے اور پھر آپ نے توبہ کی تو دوبارہ آپ کی توبہ قبول ہو جائے گی۔ اگرچہ آپ یہ حرکت بار بار کریں اور بار بار توبہ کریں پھر بھی توبہ قبول ہو جائے گی۔

بشرطیکہ آپ کے بنیادی عزم میں لغزش نہ آنے پائے اور دل میں یہ کہنے لگیں کہ جب خواہشات سے مجبور ہوں گا تو گناہ کر لوں گا اور بعد میں توبہ کر لیا کروں گا۔ ظاہر ہے ایسی توبہ سچی توبہ نہ ہوگی اور نہ مقبول ہوگی۔

یہ طریق کار تو اس توبہ کا ہے جو حقوق اللہ کے ضمن میں کی جائے۔ اس میں یہ کافی ہے کہ آپ اپنے سابقہ گناہوں پر نادم ہو کر گناہ کے ارتکاب سے باز آجائیں اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا سچا عزم کر لیں۔

لیکن حقوق العباد کا معاملہ مختلف ہے۔ اگر آپ نے کسی پر ظلم کیا ہے یا کسی کا مال کھا لیا ہے یا اسے جسمانی ایذا دی ہے یا کسی کی توہین کی ہے یا کسی کے خلاف جھوٹی گواہی دی ہے یا غیبت کی ہے یا چغلی کھائی ہے یا بدنام کیا ہے تو ان سب اقدامات اور ان سے ملتی جلتی صورتوں میں ضروری ہے کہ حقدار کو اس کا حق ادا کیا جائے یا پھر اللہ تعالیٰ آپ پر یہ عنایت فرمائے کہ اسے آپ سے راضی کر دے۔

ورنہ آپ کی توبہ قبول نہ ہوگی اور قیامت کے دن مظلوم کو آپ کی نیکیاں دیدی جائیں گی یا اس کے گناہ آپ کے کھاتے میں ڈال دیئے جائیں گے۔

جو آدمی اپنی روش سے باز آ جائے اپنے طرز عمل کی اصلاح کر لے اور جو کچھ چھپاتے تھے اسے بیان کرنے لگے خدا انکی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔

گناہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوتا۔ بنابریں کسی کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ کی رحمت و عفو سے مایوسی سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قل یٰعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله یغفر الذنوب جمیعاً۔ (الزمر: ۵۳)

"(اے نبی) اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔"

گویا توبہ نام ہے برائیوں کو چھوڑ کر نیکی کی طرف لوٹنے کا اور استغفار سے مراد اللہ سے مغفرت طلب کرنا ہے۔

استغفار کا حکم بھی خود شریعت نے دیا ہے اور اس کی بہت ترغیب دی گئی ہے۔

ارشاد ربانی ملاحظہ کیجئے:

(۱) ھو انشاکم من الارض و استعمرکم فیھا فاستغفروہ ثم توبوا الیہ۔ (ہود: ۶۱)

"وہی ہے جس نے تم کو زمین سے پیدا کیا ہے اور یہاں تم کو بسایا ہے، لہٰذا تم اس سے معافی چاہو اور اس کی طرف پلٹ آؤ۔"

(۲) واستغفروا ربکم ثم توبوا الیه ان ربی رحیم ودود۔ (ہود:۹۰)

"دیکھو! اپنے رب سے معافی مانگو اور اس کی طرف پلٹ آؤ، بے شک میرا رب رحیم ہے اور اپنی مخلوق سے محبت رکھتا ہے۔"

(۳) و یا قوم استغفروا ربکم ثم توبوا الیه۔ (ہود:۵۲)

"اور اے میری قوم کے لوگو! اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف پلٹو۔"

اس قسم کی تلقین مختلف انبیاء کی زبانی قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے جس میں ہر نبیؑ اپنی قوم کو نصیحت کرتا ہے اور انہیں اپنے رب سے معافی مانگنے اور اس کے عذاب سے نجات پانے کا طریقہ سکھاتا ہے۔

علاوہ ازیں گناہ گاروں کے مختلف درجے ہیں مثلاً جو لوگ کافر تھے اور اسی حال میں مر گئے ان کی مغفرت کی تو کوئی امید نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان الله لا يغفر ان يشرك به۔ (النساء: ۴۸)

"اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا۔"

آیت میں لفظ شرک آیا ہے اور مشرکین کا کفر اہل کتاب کے کفر کے مقابلے میں زیادہ شدید ہے، لیکن اس آیت کا اطلاق اہل کتاب اور مشرکوں پر یکساں ہوتا ہے۔ بنابریں جو شخص حالت کفر مر گیا اس کے لئے "رحمهُ الله" یا "غفر الله له" کا استعمال جائز نہیں اور نہ اسے "مرحوم و مغفور" کہا جا سکتا ہے۔ لیکن مسلمان گنہگار اگر توبہ کئے بغیر مر جائے تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، وہ چاہے گا تو اسے بخش دے گا، کیونکہ فرمایا گیا ہے:

و يغفر ما دون ذلك لمن يشآء۔ (النساء: ۴۸)

"اسکے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کیلئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔"

اور اگر چاہے گا تو انہیں جہنم کا عذاب دے گا لیکن وہ جہنم میں ہمیشہ نہیں رہیں گے اس لئے کسی شخص کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ جہنم کے سپرد کیسے کر سکتے ہیں۔

اب رہ گئے توبہ کرنے والے تو اللہ تعالیٰ اپنے کرم و احسان سے ان کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔ یہ تو ان کے متعلق ہے جو گناہ کر لینے کے بعد توبہ کرتے ہیں، اس کے برعکس وہ لوگ جو ارادہ گناہ کے بعد اور مرتکب گناہ ہونے سے پہلے ہوش میں آجاتے ہیں اور خوف الٰہی کے زیر اثر گناہ کی شدید خواہش کے باوجود اس کے ارتکاب سے باز رہ کر توبہ کر لیتے ہیں، ان کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے۔

مثلاً ایک شخص شیطان کے فریب میں آکر زنا پر آمادہ ہو جاتا ہے اور پھر جب اس کے تمام ذرائع مہیا ہوتے ہیں یا اقدام کے قریب ہوتا ہے، اسے اللہ یاد آجاتا ہے اور وہ ایسی حالت میں زنا سے کنارہ کش ہو جاتا ہے کہ اس پر شہوتِ نفسانی پوری طرح سوار ہے اور دل میں رغبت موجود ہے، مگر ایسے لوگ کہاں ہیں؟ اللہ کے ان خاص بندوں کے سوا جنہیں اس نے اپنی عنایت سے ایسی توفیق عطا کی ہو دوسروں کے لئے یہ عمل بہت دشوار ہے۔ اس لئے کسی کو اس قسم کا تجربہ کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔

اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی خطرناک مرض کے جراثیم اس خیال سے اپنے جسم میں داخل کرتا ہے کہ اس کی قوت مدافعت اس شخص کے مقابلے میں زیادہ ہو جائے گی جو کبھی اس مرض کے قریب نہیں گیا۔ جبکہ مرض کے خلاف قوت مدافعت پیدا ہو جانے کا امکان ایک فیصد ہے اور ہلاک ہو جانے کا خطرہ ننانوے فیصد اور یہ تو جسمانی مرض کی بات ہے۔

اس کے برعکس گناہ سے ایک بار رک جانے سے دوبارہ گناہ نہ کرنے کی قوت پیدا نہیں ہوتی اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اگر ایک بار بچ گیا تو پھر وہ کبھی اس میں مبتلا نہ ہو سکے گا۔

بنابریں برائی سے محفوظ رہنے کی صورت یہی ہے کہ اس سے دور رہا جائے، اس کے تمام راستے بند کر دیئے جائیں اور ایسے لوگوں سے کنارہ کش رہا جائے جو غلط کاموں سے رغبت رکھتے ہیں یا ان کی ترغیب دیتے ہیں۔

عربی کی ایک مثل ہے:

"الصاحب ساحب" دوست اور ساتھی اپنے ساتھ کھینچنے والا ہوتا ہے اور انسان اپنے دوست کا مذہب اختیار کرتا ہے۔

ایک پرانا مقولہ ہے:

"آپ مجھے صرف اتنا بتا دیں کہ آپ کے دوست اور رفیق کون لوگ ہیں۔ میں آپ کو بتا دوں گا کہ آپ کیا ہیں۔"

چنانچہ نوجوانوں کو محتاط اور ہوشیار رہنا چاہئے۔

فرمان نبوی ﷺ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے مہینے میں وصال فرمایا۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر کچھ مسلمانوں نے بھی وصال کیا۔ یہ بات رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ "اگر مہینہ دراز ہوتا تو میں ایسا وصال کرتا کہ حد سے بڑھنے والے اپنی زیادتی چھوڑ دیتے تم لوگ تو میرے برابر نہیں ہو۔ مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔"